Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

ڈاکٹر صدف نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
طاہرہ قاسم
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

ترقی پسند تحریک کے تناظر میں ماہنامہ ”ادب لطیف“ کی شعری خدمات

Literary Contributions of the Monthly "Adab-e-Lateef "in the Context of the Progressive Writers' Movement

Abstract
Nearly ninety years have passed since the establishment of the Progressive Writers' Association. This ninety-year journey of progressive writers and intellectuals is significant and worthy of critical consideration in many respects. Although numerous books defining and analyzing Progressive Literature hold great importance, literary journals that preserve history moment by moment are even more valuable. When the Progressive Writers' Association was formally inaugurated in Lucknow in 1936, the Lahore-based monthly journal Adab-e-Lateef was already in circulation. However, it took some time for the magazine to become associated with the activities of the Association. Once it aligned itself with Progressive Literature, it effectively became an official spokesperson for the movement. "Adab-e-Lateef"along with the literary journals that followed it, played a crucial role in the promotion of Progressive Literature. The magazine had actually begun publication in 1935, a year before the formation of the Progressive Writers' Association, and from 1936 onward, most of the works published in it began to reflect progressive tendencies. As Progressive Literature increasingly focused on representing the lives and struggles of ordinary people, the poetry of writers associated with the movement found a place in Adab-e-Lateef. Among the prominent poets linked with the Progressive Movement were Faiz Ahmed Faiz, Makhdoom Mohiuddin, Ali Sardar Jafri, Asrar-ul-Haq Majaz, Moin Hasan Jazbi, Sahir Ludhianvi, Jan Nisar Akhtar, Ahmad Nadeem Qasmi, and Majrooh Sultanpuri. Through their poetry, these writers supported the ideals of the movement by advocating humanism, resistance to imperialism, the rights of workers, peasants, and the laboring classes, opposition to social inequality, and the struggle for national freedom. They sought to inspire social change and revolution through their literary expression. The Progressive Writers' Movement emerged as

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

one of the most influential literary movements in Urdu literature, and the works of these poets continued to be published in Adab-e-Lateef. Therefore, it is impossible to deny the significant contribution of the monthly Adab-e-Lateef to the dissemination and promotion of Progressive Literature.
Keywords: Adab-e-Lateef, Progressive Writers' Movement, Inequality, Peasants, Literature, Resistance To Imperialism

انجمن ترقی پسند مصنفین کے وجود میں آئے تقریباً ۹۰ سال گزر چکے ہیں۔ ترقی پسند ادیبوں اور مفکرین کا پون صدی سے بھی زیادہ کا یہ دور کئی لحاظ سے اہم اور قابلِ غور ہے۔ ترقی پسند ادب کی تاریخ پر مبنی کئی کتابیں اہمیت رکھتی ہیں مگر لمحہ بہ لمحہ تاریخ کو محفوظ کرنے والے ادبی رسائل کی قدر اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جب ۱۹۳۶ء میں لکھنو میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا باقاعدہ آغاز ہوا تو بعض اخبارات کے علاوہ لاہور سے شائع ہونے والا جریدہ "ادب لطیف" موجود تو تھا لیکن اسے انجمن کی سرگرمیوں کے ساتھ جڑنے میں تھوڑا وقت لگا۔ لیکن جب ایک بار اس نے ترقی پسند ادب کے ساتھ وابستہ ہوا تو پھر یہ انجمن کا باضابطہ ترجمان بن گیا اور اس راستے پر رواں دواں رہا۔

ترقی پسند ادب کے لیے ماہنامہ "ادب لطیف" اور اس کے بعد نکلنے والے رسائل و جرائد نہایت اہم ہیں۔ "ادب لطیف" انجمن ترقی پسند مصنفین کی تشکیل سے بھی ایک سال قبل ۱۹۳۵ء میں جاری ہوا۔ اور ۱۹۳۶ء سے ہی اس میں شائع ہونے والی اکثر تخلیقات ترقی پسند رجحانات کو ظاہر کرنے لگیں۔ ۴۰-۱۹۳۹ء کے سال نامے میں کہا گیا:

> "زیر نظر سالنامے کا بیشتر حصہ ان مضامین نظم و نثر پر مشتمل ہے جو ترقی پسندانہ رجحانات لیے ہوئے ہیں۔"(۱)

فروری ۱۹۴۲ء کے اداریے میں صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے فیض نے کہا:

> "آج سے بہت عرصہ پہلے جب سماج ایک معین اور یکساں نظام کے ماتحت تھا۔ اس کا ادب بھی ایک ٹھہرے ہوئے دریا کی کیفیت رکھتا تھا۔ جس کے موضوعات اور اسالیب چند بندھے ہوئے قوانین کی پیروی کرتے تھے۔ سماج کا پرانا نظام ٹوٹ پھوٹ چکا اور نیا نظام شرمندہ تشکیل ہونے سے پہلے آمادہ زوال نظر آتا ہے۔ یہی تزلزل اور بے یقینی جو ہمارے خارجی ماحول میں ہے۔ ہمارے لکھنے والوں کے افکار و اشعار پر بھی مسلط ہے۔"(2)

ان لوگوں میں پرانے اخلاق اور معاشرتی نظام کے حامی بھی موجود ہیں اور نئی اقدار کے علمبردار بھی۔ ایسے میں ادبی ماہانہ جو آزادیِ اظہار پر یقین رکھتا ہے، اپنے دائرہ کار کے دروازے سب کے لیے کھلے رکھتا ہے۔ آنے والوں کی تعداد اور ان کا

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

رویہ خود گواہ ہے کہ وقت اور عوام کا رخ کس جانب ہے۔ ادب لطیف میں اپنی وسعت کے مطابق دورِ حاضر کے ادب کی مجموعی تصویر دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حوالے سے فیض لکھتے ہیں:

> ''آج سے قریباً سات برس پہلے چند نوجوان ادیبوں نے ترقی پسند کے عنوان سے ایک تحریک شروع کی جس کا بنیادی مقصد ادب کو مروجہ رومانیت اور خیال پرستی کے بجائے زندگی اور واقعیت کی طرف مائل کرنا تھا۔ حالی اور آزاد کے زمانہ کے بعد ادب کی مروجہ رسوم کے خلاف یہ دوسری اہم بغاوت ہے۔''(3)

یہ تحریک بہت کم مدت میں ہماری ادبی زندگی کے تقریباً تمام شعبوں کا ایک لازمی حصہ بن گئی ہے جبکہ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ آج تک ہمارے ادب میں شاید ہی کسی نظریے، لکھاری یا تحریک کی اتنی بھرپور حمایت یا مخالفت دیکھنے کو ملی ہو۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ چند روز تک بحث کا مرکز رہتا ہے۔ دونوں گروہ اپنی اپنی رائے کا اظہار کر کے دل ہلکا کر لیتے ہیں اور معاملہ حل ہو یا نہ ہو، ختم ہو جاتا ہے، مگر ترقی پسند اور غیر ترقی پسند کا تنازع ایک مسلسل کشمکش کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اتنے بنیادی مسئلے کے حوالے سے ایسا ہونا ہی فطری ہے۔

''ادب لطیف'' نے ہمیشہ عوامی تحریکات کے ساتھ ساتھ قدم اٹھایا اور اپنے ہر دور میں ترقی پسندانہ رجحانات کو سینے سے لگائے رکھا صداقت شعاری اور ترقی پسندانہ انداز فکر ''ادب لطیف'' کے لیے عزیز ترین سرمایہ حیات ہے۔ ''ادب لطیف'' کا مقصد ترقی پسندانہ خیالات کی اشاعت،، عمدہ سخن کو پھیلانا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ہر قانونی اور باوقار ذریعے سے ریاست کا ساتھ دینا۔ اس کے دہائی بھر عرصے تک میرزا ادیب کی نگرانی میں ادب لطیف ترقی پسند نظریات کی نمائندگی کے فرائض سرانجام دیتا رہا مگر ۱۹۵۲ء کے بعد اس کا کردار ترقی پسندانہ خیالات کے ترجمان کے طور پر باقی نہ رہا، اگرچہ یہ اردو ادب کی نشوونما میں اب بھی نمایاں حصہ ڈال رہا ہے۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب نے ہندوستانی سماج پر گہرے اثرات مرتب کیے تھے، ہندوستانی عوام میں بیداری کی نئی لہر پیدا ہو چکی تھی، اب یہاں کی عوام حالات کا تجزیہ نہ صرف ہندوستان کے تناظر میں کرنے لگی تھی بلکہ انکی نظر دنیا بھر میں ہونے والے سیاسی منظر نامہ پر بھی تھی۔ اشتراکی نظریہ ساری دنیا کو آہستہ آہستہ اپنی گرفت میں لے رہا تھا اس سے ہندوستانی بھی متاثر ہو رہے تھے اسی اثنا میں نازی فوجوں کی ظلم و بربریت نے تمام انسانیت کو لرزا دیا تھا، جس کے نتیجے میں ذہنی، تہذیبی،

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

تمدنی، معاشرتی ہر سطح پر تبدیلیاں رونما ہونے لگی تھیں۔ مفکرین، دانشور اور قلم کار اس بدلتے دور کو الفاظ دینے لگے تھے۔ اس کے اثرات ادب پر بھی واضح دکھائی دینے لگے تھے۔

ترقی پسند تحریک کے منشور و مقاصد کو اس وقت کے بیشتر شعراء اور ادباء نے پسند کیا۔ مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے دانشوروں کے ساتھ اس کی تائید مولوی عبد الحق، ڈاکٹر اعجاز حسین، پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر محمود الظفر، ڈاکٹر رشید جہاں، جوش ملیح آبادی، عصمت چغتائی، ڈاکٹر احتشام حسین، فراق گورکھپوری وغیرہ نے کی اس تحریک کا باقاعدہ آغاز ۱۰ اپریل ۱۹۳۶ء میں لکھنو میں رفاہ عام کلب میں منعقدہ کانفرنس سے ہوتا ہے۔

جس کی صدارت منشی پریم چند نے کی انہوں نے اپنے صدارتی یادگاری خطبے میں:

"ہمیں حسن کا معیار تبدیل کرنا ہوگا۔ ابھی تک اس کا معیار امیرانہ اور عیش پروانہ تھا ہمارا آرٹسٹ امرا کے دامن سے وابستہ رہنا چاہتا تھا۔ انھیں کی قدر دانی پر اس کی ہستی قائم تھی اور انہیں کی خوشیوں اور رنجوں، حسرتوں اور تمناؤں، چشمکوں اور رقابتوں کی تشریح و تفسیر آرٹ کا مقصد تھا۔"(4)

ڈاکٹر عبد العلیم ترقی پسندوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ترقی پسند ادیبوں کے لیے اسلوب اور طرز ادا کا سوال موضوع سے اس طرح وابستہ ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہ اپنے خیالات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں نت نئے اسلوب کی تلاش در حقیقت ایک طرح کی خود پرستی اور انفرادیت پسندی ہے جس سے ترقی پسند ادیب کو بچنا چاہیے۔"(5)

یہی وجہ رہی کہ ترقی پسندوں نے ہیئتی تجربات میں زیادہ دلچسپی نہیں لی بلکہ شعرا نے ان ہیئتوں کو اپنانے کی کوشش کی جو موضوع کو بیان کرنے میں معاون ہوں لہذا روایتی اصناف مثنوی، مسدس مخمس وغیرہ کے ساتھ آزاد نظم، نظم معری اور نیم آزاد نظم کے علاوہ مغربی ہیئتوں میں بھی نظمیں لکھی جانے لگیں۔ یہی وجہ رہی کہ غزل سے زیادہ مقبول ہوئی۔

زیادہ تر شعراء نے آزاد نظم کو اپنایا۔ فیض کی نظم "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے"، "ایک منظر"، مخدوم کی نظم "اندھیرا"، چاند تاروں کا بن"، "لخت جگر"، علی سردار جعفری کی " نئی دنیا کو سلام"، "ایک خواب اور " "لہو پکارتا ہے"، "اودھ کی خاک حسیں "وغیرہ آزاد نظم کی بہترین مثالیں ہیں۔ ترقی پسند شہرا نے کئی طویل نظمیں بھی لکھی ہیں

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

جیل میں علی سردار جعفری کی "نئی دنیا کو سلام"، جان نثار اختر کی نظم "امن نامہ" کیفی اعظمی کی "اندیشے" کو پیش کیا جا سکتا ہے موضوعات کے لحاظ سے دیکھیں تو زندگی ادب کا جزو بنتی چلی گئی اب نظم عام عوام کے مسائل وزندگی کی ترجمان بن کر سامنے آئی۔ جس وجہ سے ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا کا کلام "ادب لطیف" میں شائع ہونے لگا۔

تحریک کے ابتدائی زمانے کا سب سے اہم موضوع وطن سے محبت، وطن کی آزادی اور اس کے لیے ذہنوں کو بیدار کرنا تھا۔ اس وقت میں جوش کی نظمیں وطن، لمحہ، آزادی، آثار انقلاب، علی سردار جعفری کی نظمیں "جنگ اور انقلاب"، آزادی، "امن کا ستارا "مخدوم کی نظمیں "جنگ"، آزادئی وطن، باغی، مجاز کی نظمیں "سرمایہ داری "، "خواب سحر"، "انقلاب"، وغیرہ نظمیں ملتی ہیں۔ جیسے جیسے سیاسی حالات تبدیل ہوتے گئے ویسے ویسے شاعری کے موضوعات میں بھی تبدیلی آتی گئی یا یہ کہا جائے کہ جذبات واحساسات کے مطابق شاعری کا منظر نامہ آہستہ آہستہ بدلتا گیا۔ ملک کی آزادی اور اس کے ساتھ تقسیم ہند نے بھی ان ترقی پسند شعراء کو نئے موضوعات دیے، ملک میں کوئی بھی حادثہ ہوتا یا بین الاقوامی سطح پر بھی کوئی نئی بات ہوتی جس کا تعلق ملک سے ہوتا وہ نظم کا موضوع بن جاتا تھا یعنی ہر وہ موضوع شاعری کا ہو سکتا تھا جس سے عوام یا ملک متاثر ہو رہا ہو۔

اس دور میں شاعر نے داخلی کیفیات سے اجتناب برتنا شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے محبوب سے بھی معذرت طلب تھا کہ زندگی کی ترجیحات میں وہ شامل نہیں ہے۔ وہ اپنے محبوب کی محبت کا آرزومند تو تھا لیکن چاہتا تھا کہ اس کا محبوب بھی اسی کی طرح انقلاب پسند ہو اور جب محبوب اس رہگزر پر نہ چلا تو شاعر نے گریز کی راہ اپنا کر اس سے معذرت کر لی۔

دراصل ترقی پسند تحریک سے وابستہ شاعر فرد کی بجائے اجتماعی کیفیات کو شاعری کا موضوع بنانے کو ترجیح دے رہے تھے یعنی فرد کے بجائے عوام کے مسائل اہم تھے ان میں بھی سیاسی اور معاشی مسائل کو نمایاں اہمیت حاصل تھی۔ ترقی پسند تحریک کے زمانے کی شعری تخلیقات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ اس دور میں نظم نگاری ایک نئے دور کا آغاز کر چکی تھی۔ ان تمام شعرا کا کلام "ادب لطیف" میں شائع ہوتا رہا۔ اس تحریک کے زیر اثر لکھی جانے والی نظموں نے عوام کے ذہن کو بیدار اور نئے ماحول سے روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دور کے بیشتر شعرا نے اس کے مقصد کو سمجھا اور نظم نگاری کی طرف متوجہ ہوئے۔

جو شعرا اس تحریک سے وابستہ ہوئے ان میں سر فہرست فیض احمد فیض، مخدوم محی الدین علی سردار جعفری، اسرار الحق مجاز معین احسن جذبی، ساحر لدھیانوی، جان نثار اختر، مجروح سلطان پوری، کیفی اعظمی، نیاز حیدر، احمد ندیم قاسمی وغیرہ

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

ہیں۔ ان شعرانے تحریک کے نظریے کی حمایت کرتے ہوئے انسان دوستی، سامراجی طاقتوں سے نجات، مزدوروں، کسانوں اور محنت کش طبقے کی حق تلفی، عدم مساوات اور وطن کی آزادی کے لیے ہو رہی جدوجہد میں اپنی شاعری کے ذریعے انقلاب لانے کوشش کی۔ یہ تحریک اردو ادب کی سب سے پرزور تحریک ثابت ہوئی۔ ترقی پسند تحریک کے تناظر میں "ادب لطیف" کی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔

ترقی پسند تحریک کی آواز پر لبیک کہنے والوں میں فیض احمد فیض کا نام سرفہرست ہے، ان کا بہت سا کلام "ادب لطیف" کے صفحات کے ذریعے منظر عام پر آیا۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے ترقی پسند تحریک کو تقویت پہنچائی۔ فیض نے اپنی شاعری کی ابتدا تو غزل سے کی تھی لیکن جلد ہی وہ نظم نگاری کی طرف متوجہ ہوگئے۔ فیض احمد فیض نے غزل اور نظم دونوں میں ہی امتیاز حاصل کیا۔ فیض احمد فیض نے شروعاتی دور سے ہی نظم کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنایا اور اس میں ایسی دلکشی پیدا کرنے کی کوشش کی جو شاید ہی کسی دوسرے شاعر کی نظموں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

انہوں نے نغمگی تشبیہ اور استعارہ کو بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے اور اپنی نظموں میں رعنائی اور دلکشی پیدا کی ہے۔ فیض نے طالب علمی کے زمانے سے ہی نظمیں لکھنے شروع کر دی تھی۔ ان کے کالج کے زمانے کی لکھی ہوئی نظمیں ان کے پہلے شعری مجموعے "نقش فریادی" کے حصہ اول میں شامل ہیں۔ مجموعے کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے۔

رات یوں دل میں تری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے(6)

اس وقت فیض کے کلام کا محور محض محبت اور رومانوی جذبات تک محدود تھا، اس وقت ان کی شاعری میں زندگی کی تازگی اور جوش و خروش نمایاں تھا لیکن جیسے جیسے ان کی تخلیقی زندگی میں ڈھلتی عمر کا اثر آیا، عشق و محبت کے رنگ بھی ماند پڑنے لگے۔

اور اس وقت ان کے پاس اشعار کہنے کے لیے کوئی اور موضوع باقی نہ رہا اس پر فیض کے اپنے الفاظ دیکھیے:

"آج سے کچھ برس پہلے ایک معین جذبے کے زیر اثر اشعار خود بخود وارد ہوتے تھے لیکن اب مضامین کے لیے تجسس کرنا پڑتا ہے اگر محرکات میں کمی واقع ہو جائے تو تجربات کو

گوہر تحقیق
شعبہ اردو
گورنمنٹ صادق کالج ویمن
یونیورسٹی، بہاولپور

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

> مسخ کرنا پڑتا ہے یا طریق اظہار کو۔ ذوق اور مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ ایسی صورتحال پیدا ہونے سے پہلے شاعر کو جو کچھ کہنا ہو کہہ چکے اور اہل محفل کا شکریہ ادا کرے اور رخصت چاہیے۔"(7)

فیض کی شاعری میں ایک عجیب کشمش دیکھنے کو ملتی ہے ایک طرف مزدوروں اور محنت کشوں کے دکھ درد ان کو بے چین کرتے ہیں تو دوسری طرف کسی جسم کے دل آویز خطوط اور یہ صورتحال ترقی پسند رہنماؤں کو ناگوار تھی وہ صرف یہی چاہتے تھے کہ کھل کر کمزور اور محنت کش طبقے کی حمایت کی جائے اور عشق و عاشقی کو ادب سے الگ رکھ دیا جائے۔ ادب محض مظلوم کی حمایت کے لیے لکھا جائے۔ اس دور میں ادب پر ترقی پسند علمبر داروں کا غلبہ تھا ان کو ناخوش کرنا ممکن نہیں تھا اور ایسا کرتے تو گمنامی کا اندیشہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فیض کی اس دور کی شاعری میں دو رنگ نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں کہیں وہ دل کی سنتے ہیں کہیں وہ دماغ کی۔

انہوں نے وقت کے تقاضے اور حالات سے مجبور ہو کر جو نظمیں لکھی ہیں ان میں " سیاست کے لیڈر کے نام؛ ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے؛ ایرانی طلبہ کے نام؛ چند روز اور میری جان چند روز اور۔ یہ وہ نظمیں ہیں جن میں مزدور اور محنت کشوں کی آواز بلند ہوتی نظر آتی ہے لیکن خود فیض کی آواز کہیں گم ہو جاتی ہے۔ لیکن ان نظموں کے ساتھ ہی ساتھ ہمیں " ہم لوگ؛ صبح آزادی؛ تنہائی اور دریچہ " جیسی نظمیں ملتی ہیں جن میں شاعر نے زمانے کی پرواہ کیے بغیر ہی خوبصورت انداز میں کامیاب شاعری کی ہے۔

خلیل الرحمن اعظمی فیض کی شاعری کے بارے میں درست کہتے ہیں:

> "فیض نے عوامی شاعری اور وضاحت و صراحت کے پیرائے کو ذہنی طور پر کبھی قبول نہیں کیا۔"(8)

فیض کا اصل رنگ سخن یہی ہے کہ وہ بات کو ذرا ترچھے انداز میں گھما کر کرتے ہیں ان میں اشاریت ابہام اور پیچید گی ہوتی ہے۔ فیض نے سیاسی شاعری بھی کی اور اپنی نظموں کو ذریعہ بنایا لیکن انہوں نے اپنی گفتگو کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے خوبصورتی اور محبت کے استعاروں کا استعمال کیا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر ان کے کلام کو پڑھتے ہوئے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ فیض کسی دنیاوی محبوب کا تذکرہ کر رہے ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ پردے میں اپنی قوم اور وطن کی آزادی و ترقی کی بات کرتے ہیں۔ جب شاعر کی زبان کو قید کیا گیا اس پر پہرے لگائے گئے تو شاعر کہتا ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

متاع لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خون جگر میں ڈبولی ہیں انگلیاں میں نے(9)

ترقی پسند تحریک سے استفادہ کیا۔ ترقی پسند تحریک ہر طرح کے استحصال کے خلاف تھی اور انسان کو انفرادی اور اجتماعی طور پر آزاد دیکھنا چاہتی تھی۔ فیض اپنے زمانے کے ترجمان بھی تھے اور مستقبل کے انسان سے ان کا خطاب بھی تھا فیض ایک وسیع ذہنی افق کے ساتھ نئے معاشرے کی تعمیر کہ ان کی نظموں میں رومانیت اور ترقی پسند خیالات کا امتزاج ملتا ہے۔ وہ جو کچھ سماج میں ہو رہا تھاہندوستان میں سیاسی سماجی اور معاشرتی اعتبار سے جو ماحول تھا اور اس وقت کی زندگی کے جو تقاضے تھے ان سے فیض بخوبی واقف تھے انہیں شعری پیرہن میں ڈھالنے کا فن ان کے پاس تھا جسے وہ بڑے پر اثر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے عہد کے ہر موضوع جیسے بھوک، غریبی، سرمایہ داری ظلم، جبر و استبداد پر نظمیں لکھیں اور ظلم کے خلاف اپنا احتجاج درج کروایا۔

فیض خود کو غم جاناں تک محدود نہ کر سکے اور دل کی دھڑکنوں کی بجائے سماجی زندگی کی انقلابی آہٹوں کو سننے لگے۔ وواس انقلاب کو ناگزیر حقیقت تو جانتے ہیں لیکن انتہا پسند ترقی پسندوں کی طرح اس رو میں بہہ نہیں جاتے وہ اپنے ذاتی غم کو کائناتی غم میں مبدل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے واقف ہیں لیکن اشتہار نہیں لگاتے ان کے ہاں ضبط اور احتیاط ہے جو دوسرے ترقی پسندوں کے ہاں نہیں ترقی پسند شاعر ہونے کے باوجود وہ دھیمے اسلوب کے شاعر ہیں۔

"اردو ادب کی تحریکیں" میں انور سدید فیض کے بارے لکھتے ہیں:

"عاشقی فیض کی عبادت ہے ترقی پسند ان کا فرض ہے۔"(10)

فیض کے یہاں غزل کا مزاج عموماً عاشقانہ ہے۔ جس میں درد و غم اور سوز و گداز بنیادی صفات بن کر ابھرتے ہیں۔ ان کی غزلیں ایک منفرد روایت کی حامل ہیں انھوں نے اپنے آئیڈیل سماجی انصاف کو اپنا محبوب بنایا ہے اس طرح فیض نے غزل کی معروف روایات کو معاشرہ سے ہم آہنگ کر کے پیش کیا ہے یہی فیض کا آرٹ ہے۔ فیض نے شاعری کی ابتداء غزل سے کی اور آہستہ آہستہ نظم کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں اصناف پر قدرت حاصل کی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ترقی پسندوں نے غزل کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی۔ اگر ایک طرف نظریاتی انتشار تھا۔ تو دوسری طرف اس صورت حال سے لڑنے کی خواہش کا اضطراب بھی کروٹیں لے رہا تھا۔ اب اظہار کی سطح پر ابہام اور ایمائیت ہی سہارا دے سکتی تھی۔ فضا علامتوں میں بات کہنے اور سننے کے لیے سازگار تھی۔ چنانچہ ترقی پسند شاعروں کو غزل میں اظہار کا ایک قابل اطمینان وسیلہ مل گیاپاکستان کی

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

سیاسی فضا میں فکر و اظہار کی پابندیوں اور قید و بند کی حدود میں انہوں نے کلاسکی علامتوں اور استعاروں میں اپنی بات کہنی چاہی اور اس طرح غزل کے پورے موڑ کو بدل دیا۔ فیض نے غزل میں اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ اور یہی چیز غزل کا حسن بھی ہے۔ جبکہ دوسری طرف وقت اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ جو بات بھی کہی جائے صاف صاف کہی جائے۔ فیض کی ابتدائی غزلوں میں ایک طرح کی سادگی، بانکپن کا انداز ملتا ہے۔ ان کی ابتدائی غزلوں میں اگرچہ وہ معنوی اور فکری گہرائیاں نہیں ہیں جو کہ بعد کی غزلوں کا امتیازی وصف ہیں۔

ن۔م۔راشد "نقش فریادی" کے مقدمہ میں فیض کی غزل گوئی کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> "فیض نے ابتداء غزل گو کی حیثیت سے کی اس نے غزل کو محض صنف سخن کی حیثیت سے ہی اختیار نہ کیا بلکہ اس میں تھوڑی سی تازگی اور شگفتگی کا اضافہ کر کے اس کی قدیم اور روایتی علامات اور تصورات کو بر قرار رکھا۔"(11)

بیسویں صدی کے ان چند شعراء میں احمد ندیم قاسمی ایک نہایت اہم مقام رکھتے ہیں، ان کی شاعری کو عروج تک پہنچانے میں "ادب لطیف" کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ احمد ندیم قاسمی نے اپنی اردو شاعری کے ذریعے ادب اور معاشرے کے گہرے تعلق کو بڑی خوبصورتی سے اجاگر کیا ہے۔ جدید اردو ادب میں ان کا نام بے حد احترام اور قدر کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری کا دورانیہ بہت طویل نہیں تھا، لیکن وہ بہت جلد شعری بلندیوں تک پہنچ گئے۔ انہوں نے اپنے کلام میں جو رنگ اور تنوع پیدا کیا ہے، وہ نہ صرف قابلِ ستائش ہے بلکہ بے مثال بھی ہے۔ ان کے بیان کرنے کے انداز میں ایک منفرد اور انفرادی شان جھلکتی ہے۔ ان کی ایک خاص خوبی یہ بھی ہے کہ کلام میں موجود وضاحت اور گہرائی نے ان کی شاعری کو اپنے دور کے حالات اور تاریخ کو سمجھنے کے لیے ایک اہم ذریعہ بنا دیا ہے۔ قاسمی اردو شاعری کے ایک مضبوط ستون ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کی تخلیقات کے مضامین فیض کے کلام کے مقابلے میں کہیں زیادہ پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ ایک ایسے ہمدرد شاعر ہیں جن کے دل میں انسانیت کے آنے والے کل کے حوالے سے کبھی ناامیدی کے سائے نہیں اترے۔ ان کا انسانیت سے یہ لگاؤ صرف لفظوں کی سجاوٹ یا محض نظریات تک محدود نہیں بلکہ یہ احساس پوری نظم کی فضا کو اپنی چمک سے روشن کر دیتا ہے۔ ان کی شاعری کا سنگِ بنیاد ہی وطن کی معطر مٹی، اس کے رنگ برنگے مناظر اور وہاں کے کچلے ہوئے محنت کشوں کے لیے بے انتہا الفت اور دردِ دل سے رکھا گیا ہے۔ ان کے کلام میں تخیلاتی رومان اور تلخ حقیقت کا ایک شاندار ملاپ دیکھنے کو ملتا

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

ہے اور یہی وہ کمال ہے کہ زندگی کی سچائیوں کو قلم بند کرتے ہوئے بھی وہ نظم کی جمالیاتی چاشنی اور جذباتی کیفیت کو متاثر نہیں ہونے دیتے۔ جگہ جگہ ان کے ترقی پسندانہ نظریات ان کی پکار کو مزید پر اثر بنا دیتے ہیں اور سماجی تبدیلی کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں البتہ یہ تغیر صرف بلند آواز والے نعروں کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق شعور اور احساس کی گہرائیوں سے ہے، جہاں ایک ہلکی سی اندرونی لہر بھی اس کی موجودگی ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:

> "احمد ندیم قاسمی کی نظموں کو ان کے تجربے کی سچائی نے ایک سچے شاعر کی آواز بنا دیا ہے۔ جس کا احساس قاری کو قدم قدم پر ہوتا ہے۔"(۱۲)

اختر الایمان کی شاعری میں بڑی طاقت اور اثر ہے۔ ان کے نظریات ترقی پسندانہ رنگ لیے ہوئے ہیں اور ان کا اندازِ بیان جدیدیت سے متاثر ہے، لیکن ان کی نظمیں اس قدر بلند معیار کی ہیں کہ نہ تو ترقی پسند نقاد ان پر کوئی اعتراض کرتے ہیں اور نہ ہی جدیدیت کے حامی۔ اختر الایمان نظم نگاری کے ماہر تخلیق کار تھے۔ ان کی نظمیں "ادب لطیف" میں باقاعدگی سے شائع ہوتی رہیں۔ ان کی تقریباً تمام تخلیقات صوری ساخت کے اعتبار سے آزاد یا معرا ہیں۔ اختر الایمان کی بنیادی انفرادیت یہ تھی کہ انہوں نے کلاسیکی شعری روایات اور تکلف سے دوری اختیار کی۔ ان کے ادبی کلام کو علمی و فکری نقطہ نظر سے اس دور کا ضمیر قرار دیا گیا ہے۔ اختر الایمان کی شاعری میں ایک گہرا درد اور ایک ٹیس کی کیفیت نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ یہ ان کا ذاتی غم ہے، جو ان کی زندگی کے تجربات اور کچھ واقعات کے سائے کی طرح ہے۔ بیرونی حالات کے اثر سے وہ مایوسی اور بیزاری سے دور ہٹ کر شعوری طور پر اپنی دھرتی سے بھی تعلق قائم کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کے زمانے کا ایک اہم تقاضا تھا۔

لیکن ڈاکٹر وزیر آغا کا کہنا ہے:

> "اختر الایمان کوئی معمولی شاعر نہیں تھا کہ تقلید اور تتبع کے اس رجحان میں یکسر بہہ جاتا اور اپنی نظم کو نعرہ بازی اور نظریاتی تبلیغ کے حوالے کر دیتا۔"(۱۳)

وہ اپنی نظموں میں تبلیغ نہیں کرتے اور اسی وجہ سے ان کی نظموں میں ان کا ذاتی شعور نمایاں ہے۔

سردار جعفری نے موجودہ حالات اور زندگی کے روزمرہ کے نئے مسائل کو اپنی شاعری کا مرکز بنایا اور اپنے دور کے حالات کی عکاسی کرتے ہوئے جو کچھ دیکھا اسے اپنے کلام میں ڈھال دیا۔ سردار جعفری کی شخصیت کثیر الجہتی تھی۔ انہوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ تخلیقی نثر کے اعلیٰ نمونے بھی اردو ادب کو عطا کیے۔ علمی نثر میں ان کی تصنیف "ترقی پسند ادب" ان کی تنقیدی بصیرت کا ثبوت ہے۔ وہ افسانہ نگاری اور ڈرامہ نگاری کے فن سے بھی واقف تھے۔ انہیں اردو میں دانائی کی ایک بہترین

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

مثال تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہ علمی، ادبی، فلسفیانہ، سیاسی اور سماجی عنوانات پر مہارت کے ساتھ گفتگو کرنے کے صلاحیت رکھتے تھے۔ علی سردار جعفری کے کلام کو"ادب لطیف" کے صفحات میں نمایاں جگہ ملتی رہی۔

اپنی 86 سالہ عمر کے دوران انہوں نے بے شمار تقاریر کیں۔ انہوں نے ایک ادیب کی حیثیت سے مختلف ریاستوں کا سفر کیا اور اس طرح اردو کی عالمی سطح پر سفارت کاری کی ذمہ داری نہایت اچھے طریقے سے نبھائی۔ فیض کے کلام میں اشتراکیت کو تلاش کرنا پڑتا ہے، جبکہ سردار کی اشتراکیت کے اندر ان کی شاعری ہی موجود ہے۔ سردار جعفری کا شعری انداز اقبال اور جوش ملیح آبادی کی مانند پر اثر اور خطیبانہ ہے۔ تاہم، انہوں نے اپنی طویل شعری زندگی میں متعدد نئی ایجادات کیں اور جدت پسندی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے اشعار میں عوامی محاورات کا استعمال کیا، نظموں کے بحروں میں تبدیلی کی اور لفظی چناؤ میں مہارت دکھائی۔ انہوں نے اردو اور فارسی کی کلاسیکی شاعری کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔

علی سردار جعفری کے کلام میں سیاست ایک بنیادی موضوع ہے جس پر انقلاب پسندی اور اشتراکیت کا غلبہ ہے۔ وہ محض ہندوستانی سیاست کو ہی نہیں بلکہ عالمی سیاسی تنازعات پر بھی نظمیں لکھتے ہیں۔ ترقی پسند تحریک ادب کو زندگی کا ترجمان بنا رہی تھی اور علی سردار جعفری ادب کو انقلاب لانے کا ایک ذریعہ بنا کر استعمال کر رہے تھے۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں قلم کے ذریعے تبدیلی لانے کے خواہشمند تھے، اسی لیے ان کے کلام میں خطیبانہ انداز اور گونج نظر آتی ہے۔ ان کی دوسری نظمیں مثلاً "نئی دنیا کو سلام"، "سماج" اور "دعا" ایسی تخلیقات ہیں جن کے ذریعے وہ پرانی ہو چکی سماجی روایات میں ہلچل مچانے کی کوشش کرتے ہیں اور عوام کی آواز بنتے ہیں۔ علی سردار جعفری نے اپنی نظموں میں وطن پر اپنی محبت کا اظہار بھی کثرت سے کیا ہے، اس کے علاوہ ان کی طویل نظموں میں بھی یہی موضوعات تفصیل اور پر اثر انداز میں ملتے ہیں، جیسے امن کا ستارہ، نئی دنیا کو سلام، ایشیا جاگ اٹھا، پتھر کی دیوار، موت اور تین شرابی وغیرہ۔

مخدوم محی الدین نظم کے باکمال شاعر ہیں ان کے یہاں بھی ترقی پسند تحریک کے مقاصد پوری آب و تاب کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ وہ بھی اپنی شاعری میں انقلاب کو محور بناتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سماج کے فرسودہ رسم و رواج، سرمایہ داری کے علاوہ سیاسی و سماجی چھوٹے بڑے مسائل کو اپنی نظموں کا موضوع بناتے ہیں لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ ان میں انقلاب کی گھن گرج کے بجائے گداز اور نغمگی کی فضا تعمیر ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ وہ زندگی اور شاعری کو اس انداز سے یکجا کر دیتے ہیں کہ یہ یکجائی ماضی اور آنے والے عہد کے درمیان رابطے کی کڑی بن جاتی ہے۔ وہ کہیں بھی اعتدال کا دامن نہیں چھوڑتے۔ مخدوم خالصتاً مزدور طبقے کے شاعر اور ہمدرد تھے۔ عملی سیاست میں قدم رکھنے کے بعد بھی انہوں نے طاقتور حلقوں سے لے کر رکشہ

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

چلانے والے تک، ہر طبقے سے رابطہ بر قرار رکھا۔ انہوں نے حیدر آباد دکن میں جاگیر داری نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے وہاں کے عام کسانوں کی قیادت کی اور مسلح جدوجہد کا راستہ بھی اختیار کیا۔ مخدوم محی الدین کی شاعری کو فروغ دینے میں ''ادب لطیف'' کی خدمات سے انکار ممکن نہیں۔

مخدوم کی شاعری میں نہ صرف اپنے عہد کے ہندوستان بلکہ بین الاقوامی سطح کے مسائل بھی دکھائی دیتے ہیں، سماجی نابرابری، غلامی سے آزادی، وطن سے محبت وغیرہ موضوعات پر نظمیں ملتی ہیں۔ ان کی نظموں پر ترقی پسند تحریک کے نظریات کا نقش شعور کی بالیدگی کے ساتھ واضح دکھائی دیتا ہے۔ جنگ آزادی، موت کا گیت، قمر، حویلی، سپاہی، باغی، اسٹالن کی آرزو، انقلاب، قید، اندھیرا، چاند تاروں کا بن وغیرہ بہت مقبول نظمیں رہی ہیں۔

معین احسن جذبی کی نظموں کا سرمایہ بہت مختصر ہے، ان کے کلیات جذبی میں انیتس نظمیں شامل ہیں جن میں سے چند ایک نظمیں وہ ہیں جن میں انہوں نے مختلف شخصیات آل احمد سرور، مجاز اختر اور رینوی وغیرہ کو مخاطب کیا ہے۔ جذبی نے اپنے فکر وفن اور مخصوص لہجے کی بنا پر ترقی پسند شعرا میں اپنا امتیازی مقام قائم کیا ہے۔ دراصل ترقی پسند تحریک کا دور ہندوستانی سیاست کا وہ وقت رہا ہے جب ہندوستانی نوجوان اشتراکی نقطہ نظر کو اپنا رہے تھے اس سے وابستگی کو اپنی شناخت کا پہلو مان رہے تھے، جذبی نے بھی اسی نظریے کے تحت حقیقت نگاری کو اپنی شاعری کا اہم جزو بنایا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ تمام شعرا کے یہاں موضوعاتی تنوع نہیں ملتا چنانچہ جذبی کی شاعری بھی انہی موضوعات کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے جو دیگر شعرا کے یہاں بھی موجود ہیں۔ وہی زندگی کی کشمکش، اس سے پیدا ہونے والے مسائل، ذہنی انتشار، اخلاقی قدروں کا زوال، بھوک افلاس، ظلم جبر کی کہانیاں وغیرہ لیکن جذبی کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ان مسائل سے پیدا ہونے والے کرب کو بڑی شدت کے ساتھ نہ صرف محسوس کیا بلکہ اسے رومانیت کے ہلکے خمار کے ساتھ اپنی نظموں میں پیش کر دیا۔ ان کی نظم میں ان کے خیالات کی گہرائی کے ساتھ فکری وسعت اور احساس کی شدت نمایاں نظر آتی ہے۔

خلیل الرحمن اعظمی جذبی کی شاعری کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''جذبیؔ کی شاعری کا آغاز غزل سے ہوتا ہے۔ ان کے ابتدائی کلام پر اصغرؔ، فانیؔ اور جگرؔ کے اثرات ہیں۔ آہستہ آہستہ انہوں نے غزل میں اپنی شخصیت کے عناصر کو آمیز کر کے خود اپنی آواز پیدا کر لی۔''(14)

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

جذبی نے اپنے مختصر شعری سرمایے کے باوجود ترقی پسند شاعری کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ اپنے مخصوص لب و لہجے اور فکر و فن کی بدولت وہ منفرد مقام رکھتے ہیں، خوبصورت تشبیہات و نادر استعارات کے ساتھ وہ اس صنف کی روایت کو آگے بڑھاتے ہیں۔

اسرار الحق مجاز اور کیفی اعظمی کی شاعری میں ماہنامہ ''ادب لطیف'' کے صفحات کی زینت رہی۔ ترقی پسند شعرا میں اسرار الحق مجاؔز نے بہت جلد اپنی پہچان قائم کر لی تھی۔ ان کی شاعری انقلاب اور حسن کا خوبصورت امتزاج ہے جس میں انقلاب کی گھن گرج نہیں ہے نہ وہ غموں پر سینہ کوبی کرتے ہیں بلکہ انقلاب ایک نغمگی لیے ہوتا ہے۔ جس سے ان کی نظموں میں تازگی اور شگفتگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے مجاز نے اپنے دور کی زندگی کو نظر انداز کر دیا ہو، ان کی نظموں میں تمام موضوعات ملتے ہیں مزدوروں، کسانوں کی بے بسی بھی ہے اور سیاسی حالات سے پیدا تلخیاں بھی ملتی ہیں

کیفی اعظمی ایک ایسے ترقی پسند شاعر کا نام ہے جس کے یہاں مزدور کسان، غریب، نادار، مفلس، دہقان اور ان پر ہو رہے مظالم کی گونج سنائی دیتی ہے یعنی سماجی زندگی کے بنیادی سروکار نظر آتے ہیں۔ انہیں اپنے ملک کے لوگوں کی زبوں حالی کا دکھ مغموم کرتا ہے۔ استحصال کی ایک کڑی دکھائی دیتی ہے جو فرد کو سماج کے استحصال سے جوڑتی ہے کیونکہ سماج فرد سے جلتا ہے یعنی فرد کی زندگی اہم ہے۔ فرد کی زندگی ہی سماج کی نوعیت طئے کرتی ہے۔

کیفی اعظمی کی نظموں کا موضوع عورت بھی رہا ہے، وہ عورت کے ساتھ صدیوں سے روا غیر منصفانہ رویوں پر احتجاج کرتے ہیں ساتھ ہی اسے اس کی عظمت کا احساس بھی دلاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون ہیں، اس لیے دونوں ہم مرتبہ ہیں کوئی کم تر بر تر نہیں، کیفی اعظمی کے یہاں موضوعات کا تنوع ملتا ہے، وطن پرستی، عالمی سیاست ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ وہ تمام موضوعات جو کہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

ترقی پسند تحریک نے اُردو کی تمام اصناف پر اثر ڈالا لیکن شاعری پر اس کا اثر سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے۔ ماہنامہ ''ادب لطیف'' نے ترقی پسند تحریک کے فروغ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ شعرا اور ادبا کا کلام ''ادب لطیف'' کے صفحات کی زینت بنا اور یوں ترقی پسند شعرا کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔ یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ انجمن ترقی پسند کا باقاعدہ ترجمان جریدہ ہے۔ ''ادبِ لطیف'' اپنے آغاز سے آج تک اُردو زبان و ادب کی ترقی میں کوشاں ہے۔

Gohar-e-Tahqeeq
HEC "Y" Category
ISSN E: 2957-9155/ ISSN P: 2958-0935
Vol. 05, Issue. 01, June 2026
Page. 107-120

حوالہ جات

1۔ مرزاادیب،(مدیر)،سالنامہ ادب لطیف،دسمبر جنوری،لاہور:مکتبہ اردو،1940۔1939ء،جلد10،شمارہ5۔4،ص4
2۔ فیض احمد فیض(مدیر)،ادب لطیف،لاہور:مکتبہ اردو،جلد14،فروری،شمارہ6،1942ء،ص2
3۔ ایضاً،ص2
4۔ خلیل الرحمٰن،ڈاکٹر،اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک،نئی دہلی:قومی اردو کونسل،2008ء،ص43
5۔ عبدالعلیم،ڈاکٹر،اردو ادب کے رجحانات پر ایک نظر،دہلی:آزاد کتاب گھر،س ن،ص25
6۔ فیض احمد فیض،نقش فریادی،دہلی:اردو گھر،1941ء،ص19
7۔ فیض احمد فیض،نقش فریادی،دیباچہ،دہلی:اردو گھر،1941ء،ص5
8۔ خلیل الرحمن،ڈاکٹر،نئی نظم کا سفر،نئی دہلی:مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،1972ء،ص90
9۔ فیض احمد فیض،نسخہ ہائے وفا،دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،1992ء،ص107
10۔ انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،کراچی:مشہور آفسٹ پریس،1985ء،ص530
11۔ فیض احمد فیض،نقش فریادی،مقدمہ،دہلی:تاج آرٹ پریس،1941ء،ص8
12۔ وزیر آغا،ڈاکٹر،اردو شاعری کا مزاج،علی گڑھ:ایجوکیشنل بک ہاؤس،1974ء،ص378
13۔ وزیر آغا،ڈاکٹر،نظم جدید کی کروٹیں،لاہور:مکتبہ لائبریری،1974ء،ص176
14۔ خلیل الرحمٰن،ڈاکٹر،اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک،علی گڑھ:قومی اردو کونسل،2008ء،ص13